سندھی اور پشتو زبان کا ثقافتی اور لسانی رشتہ

ڈاکٹر حنیف خلیل*

Abstract

Sindhi and Pashto are the most ancient languages of the world. Although both the languages belong to different linguistic families yet they are much closer to each other as far as their cultural and linguistic aspects are concerned. Even in today's Sindh a large number of Pashtun population is living and conducting their business, trade etc. Hence, Sindhi and Pashto languages have benefited from each other. Pashto and Sindhi have their closer linguistic structure and there is a remarkable vocabulary of Pashto in Sindhi language and vice versa. These close connections, cultural and linguistic similarities have been discussed in this paper with some linguistic specimen, vocabulary, cultural ingredients and historical evidences.

سندھی اور پشتو زبان کے تعلق اور رشتہ کو واضح کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ سندھی اور پشتو کے لسانی، ثقافتی اور تاریخی پس منظر کو واضح کیا جائے اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ سندھی کے علاوہ پشتو کا دیگر مشرقی زبانوں سے کیا تعلق رہا ہے اور کس قسم کا رشتہ رہا ہے۔ لہٰذا پہلے پشتو کے لسانی جغرافیہ، تاریخی و سماجی پس منظر اور ثقافتی منظر نامہ کے بارے میں مختصر اظہار خیال کیا جائے گا تاکہ برصغیر کے اُس مشترکہ ثقافتی ورثے کا تصور واضح ہو سکے جس نے برصغیر کی زبانوں کو ایک دوسرے کے قریب تر رکھا ہے۔ برصغیر کی تمام

* ایسوسی ایٹ پروفیسر/ڈائریکٹر، قومی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

زبانیں مجموعی طور پر اور پھر پشتو اور سندھی بطورِ خاص ایک دوسرے کے ساتھ جُڑی ہوئی ہیں۔ افغان دانشور اور ماہرِ لسانیات پروفیسر عبدالحئیؒ حبیبی نے پشتو زبان پر جو تحقیق کی ہے، اس کے مطابق وہ پشتو کو آریائی خاندان سے متعلقہ سمجھتے ہیں لیکن سنسکرت اور ژند کو پشتو کی بہنیں تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ پشتو مذکورہ دونوں زبانوں سے قدیم جڑیں رکھتی ہے۔ تاہم پروفیسر حبیبی ان سب زبانوں کا ماخذ آریک اور آریک بولنے والوں کے علاقے کوآریانہ ویجہ بتاتے ہیں۔ آپ مغربی دانشور ڈاکٹر گستاؤلی بون کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> آریاؤں کی ہجرت سے پہلے وہ ایک مخصوص زبان بولتے تھے جس کو ''آریک'' کہتے تھے۔ یہ زبان اب موجود نہیں لیکن سنسکرت اسی زبان سے ماخوذ ہے۔ یہ زبان تقریباً ۳۰۰۰ (تین ہزار) سال قبل مسیح بولی جاتی تھی، جو تمام آریائی زبانوں کی ماں تسلیم کی جاتی ہے۔[۱]

یہ آریک زبان کتنی پرانی اور پشتو کا اس سے کیا رشتہ ہے، یہ معلوم نہیں البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''آریک''، ''آریا'' یا ''آرین'' کی ساخت میں پشتو کا عمل دخل ہے۔ آرین کا لغوی معنی ہے شریف، اصیل اور نجیب۔ اس معنی میں پشتو زبان حتیٰ کہ پشتو کی تحریری ادب میں ''آر'' کی جڑ ان ہی معنوں میں موجود ہے۔''۸۰۰ ھ کے پشتون شاعر اکبر میینداری نے اپنے ایک شعر میں یہ لفظ ان ہی معنوں میں استعمال کیا ہے''۔ ۱۱۳۵ھ کے شاعر پیر محمد میاں جی نے بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

''آر'' سے آریا اور آرین بنا بھی پشتو گرامر کے مطابق ہے جس کی کافی مثالیں پروفیسر عبدالحئیؒ حبیبی نے پیش کی ہیں۔[۲]

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ آریا اور آرین کے الفاظ اور پھر آریک لفظ کی بناوٹ ہی پشتو میں ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ پشتو زبان ان الفاظ کی بناوٹ سے پہلے موجود تھی۔[۳]

اس پس منظر میں ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ وہ قدیم ترین زبان جس سے دیگر مشرقی زبانوں نے جنم لیا ہے۔ وہ آریک زبان تھی جو قدیم ہندوستان اور وادی ہند کی قدیم تہذیب (Indus Valley Civilization) سے منسلک تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان کے اس قدیم تمدن میں سب سے مضبوط

جڑیں کن لوگوں کی ہیں اور آیا ایسے بھی کچھ لوگ ہیں جن کی تہذیب و تمدن سے دیگر ہندوستانی تہذیبیں متاثر ہوں۔ یقیناً ایسے لوگ بھی ہیں اور ان کا تمدن بھی۔ ہندوستانی تمدن پر سب سے گہرے نقوش افغانیوں ہی کے ہیں لیکن یہاں اس حوالے سے کچھ کہنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہاں ہم نے افغانوں کی زبان کے ہندوستانی زبانوں پر اثرات واضح کرنے ہیں اور یہ بتانا ہے کہ ہندوستانی زبانوں کی اگر کوئی ماں ہے تو وہ پشتو ہی ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ مضبوط اور مستحکم زبان وہی ہوتی ہے جس کی پشت پر ایک مستحکم تہذیب ہو اور نسبتاً مکمل زبان وہی ہوتی ہے جس میں ہر قسم کے خیالات کی ادائیگی کا امکان زیادہ ہو۔ اگر اسی تناظر میں دیکھا جائے تو ہندوستانی زبانوں کی بنیاد عموماً جغرافیائی حوالوں سے ہے۔ زبانوں کے نام بھی زیادہ تر جغرافیائی بنیادوں پر رکھے گئے ہیں۔ صرف پشتو ایسی زبان ہے جو جغرافیائی حدود میں محدود نہیں۔ اس کی پشت پر ایک قدیم اور توانا تہذیب محرک ہے، نیز دنیا کی کسی زبان میں یہ خوبی نہیں کہ وہ بیک وقت زبان کا نام بھی ہو اور ضابطہ حیات کا نام بھی۔ صرف پشتو اس تناظر میں پوری اترتی ہے۔ چونکہ پشتونوں یا افغانوں سے ہندوستان کا کوئی دور خالی نظر نہیں آتا اور یہاں کی زبانوں میں سب سے قدیم جڑیں بھی پشتو ہی کی ہیں لہٰذا ہندوستانی زبانوں کا پشتو کے بطن سے جنم لینا یا پشتو سے اثر لینا ایک فطری امر ہے۔

اصل موضوع یہ ہے کہ ہندوستانی زبانوں کی ماں کون سی زبان ہے۔ یہ زبان یقیناً کوئی ایسی زبان ہو سکتی ہے جس میں وسعت اور جاذبیت ہو، اگر ہم ہندوستانی زبانوں کے مزاج پر غور کریں تو صرف پشتو ہی ایسی زبان ہے جس میں جلال بھی ہے اور جمال بھی، کیونکہ زبانوں پر جغرافیہ اور آب و ہوا کا اثر ہوتا ہے۔ پشتون ایک ایسے خطۂ زمین میں آباد ہیں جو ایران اور ہندوستان کے وسط میں واقع ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ پشتونوں نے مختلف اوقات میں ایران کی جانب بھی پیش قدمی کی ہے اور ہندوستان کی جانب بھی۔ لہٰذا دونوں کا ان سے متاثر ہونا ایک فطری امر ہے اور دونوں سے ان کی زبان کا ہمہ گیر اور مکمل ہونا بھی لازمی ہے اور یہ بات موجودہ پشتو زبان سے بھی ثابت ہے کہ اس میں ہر خیال اور فکر کے ابلاغ کے لیے سہولت موجود ہے، چنانچہ سر ولیم جونز نے بھی ایک مکمل

زبان کے لیے یہی شرائط عائد کی تھیں۔ جونز کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے لکھا ہے:

> مکمل زبان وہ ہے جس میں ہر وہ خیال جو انسانی دماغ میں آ سکتا ہے، نہایت صفائی اور زور کے ساتھ ایک مخصوص لفظ کے ذریعے ظاہر کیا جا سکے۔ خیالات اگر سادہ ہوں تو الفاظ بھی سادہ اور اگر خیالات مشکل ہوں تو وہ بھی مشکل۔[۴]

مکمل اور قدیم زبان کے موثر ہونے کے لیے لازمی ہے کہ زبان کی جڑیں قدیم تہذیبوں میں تلاش کی جائیں۔ اس سلسلے میں بعض ماہرینِ لسانیات نے سنسکرت کو بھی ایک قدیم اور ہندوستانی زبانوں کی ماں تسلیم کیا ہے لیکن سنسکرت پر پشتو کے اثرات یا سنسکرت میں پشتو کے ذخیرہ کو ہم پہلے مباحث میں واضح کر چکے ہیں چونکہ ہندوستانی زبانوں میں کچھ ذخیرہ فارسی کی وساطت سے آیا ہے، اس لیے فارسی پر پشتو کے اثرات دکھانے سے مقصود یہ ہے کہ ہندوستانی زبانوں میں فارسی کا ذخیرہ بھی افغانوں کا مرہون منت ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر گستاوَلی بان اور چند دیگر ماہرینِ لسانیات نے ہندوستانی زبانوں کی ماں کا نام ''آریک'' لیا ہے، لیکن آریک جن لوگوں کی زبان تھی ان کے تمام خصائص پشتونوں کے تھے۔ نیز لفظ ''آریک'' کا مادہ بھی ''آر'' سے ہے اور لفظ ''آر'' کو ہم قدیم پشتو حتیٰ کہ پشتو کے تحریری ادب سے ہزاروں سال قدیم ثابت کر چکے ہیں۔ یہاں ڈاکٹر گستاوَلی بان کی رائے ''آریک'' کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور پھر بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> لفظ آریا کا اطلاق ان اقوام پر ہوتا ہے جن کی جلدیں سفید اور بال سیاہ تھے۔ یہ اقوام ایک ہی زبان بولتی تھیں جس کا نام آریک تھا۔ یہ اصل زبان تو مفقود ہو گئی ہے لیکن سنسکرت اسی سے مشتق ہے۔ آریا اقوام پندرہ سو سال قبل مسیح میں کابل کے دروں سے گزر کر ہندوستان آئے۔ یہ کچھ تو خانہ بدوش تھے اور کچھ بستیوں میں رہنے والے۔ انھیں فنِ زراعت کا علم تھا اور اکثر ابتدائی اقوام کی طرح ان کا متخیلہ نہایت ہی زوردار تھا۔[۵]

فارغ بخاری نے صحیح لکھا ہے:

> چوں کہ افغان ہندوستان کے چپے چپے پر حکمران رہے اس لیے اُردو ہی نہیں، پنجابی، بنگالی، گجراتی، مرہٹی غرض ہر زبان پر ان کا اثر مسلم ہے۔[۶]

پشتو ہندوستان میں عرصہ دراز سے رائج ہے۔ ہندوستان کی دیگر قدیم زبانوں میں بھی اس کی جڑیں پھیلی ہوئی ہیں۔ سب سے قدیم لغوی خزانہ بھی اسی زبان کا پایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں آباد پشتون اس زبان کو اصلی حالت میں بھی بولتے چلے آ رہے ہیں اور مختلف ماہرین لسانیات کے بیانات اور تحقیقات سے بھی ہندوستان کی سب سے مؤثر زبان پشتو ہی ثابت ہوتی ہے۔

سندھی زبان کے لسانی جغرافیہ اور ثقافتی منظر نامہ گو اگر دیکھا جائے تو سندھی کا تعلق اور قربت عموماً اُن ہی زبانوں سے رہی ہے جو آریک اور پھر پشتو سے زیادہ متاثر رہیں اور یوں سندھی اور پشتو زبان کا رشتہ بھی قریب تر ہو جاتا ہے۔ سندھی زبان کا لسانی جغرافیہ اور ثقافتی منظر نامہ نامور ماہر لسانیات گریئرسن (Grierson) نے اپنی *(Linguistic Survey of Pakistan)* میں یوں واضح کیا ہے۔

"On the west, Sindhi is bounded by Balochi, an Eranian language with which it has but a distant affinity, and by which it is a little influenced. On the north, it is bounded by Lahndi, with which it is closely connected. Lahnda is spoken not only to the north of Sindhi, but also by more than 100,000 immigrants scattered all over Sindh, side by side with Sindhi. Although closely connected with Lahnda, Sindhi, except in the extreme north, is little influenced by it, and such influence is almost entirely in the matter of vocabulary. On the other hand, the neighbouring Sindhi has much influenced not only the Lahnda spoken in Sindhi, but also the Lahnda of the South Western Panjab spoken near the Sindh fronter (vide post, pp. 357 ff. and p. 338).

On the east, Sindhi is bounded by the Marwari dialect of Rajasthani. In Tharand in Marwar there are speakers of Sindhi and speakers of Marwari living intermingled side by side. Hence, as might be expected, there are several forms of speech that are mixture of Sindhi and Marwari in varying proportions. Sindhi and Marwari belong to different groups of Indo-Aryan vernacular, and therefore do not merge into each other through intermediate dialects. The mixed dialects there referred to are, rather, what may be called mechanical mixtures, words and forms being borrowed by one or other of the neighbouring dialects as ready made vacables of foreign origin, much

as, though to a larger extent, French words are borrowed by English at the present day, or as the French have borrowed our institution of five o' clock tea, and have concocted a new French verb 'five-o' cloquer'.

On the south and south-east, Sindhi is bounded by various dialects of Gujarati. A reference to *Vol. IX, Pt. ii, p. 327*, will show that Gujarati, although a member of the Central group of the Indo-Aryan Vernacular, has at its base and old, lost, language of the Outer Circle of those vernaculars, of which Sindhi is also a member. This lost language was therefore akin to Sindhi, and when in the south and south-east we come across Sindhi in contact with Gujrati, we find free intermingling of the two languages, and the formation of what is a real distinct dialect of Sindhi, not a mere mixture with Gujrati- in the various forms of Karachi. It must not be supposed that there is not also here mechanical intermixture. There is a great deal of it, and, as Gujarati is freely spoken all over Cutch by people whose numbers and influence vary from place to place, the proportion of Gujarati in Karachi thus depends largely on locality. (7)

ترجمہ: مغرب میں سندھی بلوچی سے ملتی ہے جو ایک ایرانی زبان ہے جس میں سے وہ بہت کم اثرانداز ہے اور شمال میں سندھی (Lahandi) سے ملتی ہے جو کہ نہ فقط سندھ کے شمال میں بولی جاتی ہے بلکہ یہ ایک لاکھ مہاجروں کی بھی زبان ہے جو سندھ میں رہتے ہیں۔ شمال میں سندھی کچھ اس سے اثرانداز ہوئی۔ دوسرے میں پڑوسی سندھی نہ فقط Lahnda سے اثرانداز ہوئی ہے بلکہ Lahnda جو جنوب اور مغرب پنجاب میں بولی جاتی ہے جو سندھ کے قریب ہے اُس سے بھی متاثر ہوئی ہے۔ مشرق میں سندھی، مارواڑی، انڈو ایرانین کے مختلف گروپوں سے وابستہ ہے اس لیے یہ ایک دوسرے میں مروج نہیں ہوئیں۔ ڈائلیکٹ کے ذریعے یہ جو مکس ڈائلیکٹ ہے جسے مکینیکل مکسم کہا جاتا ہے جس میں لفظ اور صورتیں لی گئی ہیں ایک یا دو ڈائلیکٹس میں سے جیسے کہ فرنچ الفاظ جو انگلش نے اپنائے ہیں۔ ان دونوں میں جیسے فرنچ نے ایک آزاد (Five Oclouce Tea) اپنایا ہے جس میں نیو فرنچ ورب (Five O Loquer) ہے جیسے کہ جنوب اور جنوب مشرق میں سندھی تمام ڈائلیکٹس سے متصل ہے۔ وہ گجراتی جیسے کہ انڈو ایرانین ورنیکولر کی ایک سنٹرل گروپ میں آتی ہے جس میں سندھی اور گجراتی سے رابطے میں ہے۔ ہمیں یہ زبانیں فری مکس ملتی ہیں جس میں ہم سندھ کے ڈائلیکٹ حاصل کرتے ہیں وہ حقیقت میں Gujarati سے میکسچر میں نہیں ہے بلکہ وہ Karachi ڈائلیکٹ کی صورت میں ہے۔ ہم یہ

ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ان میں مکینیکل مکسم ہوئی ہے جبکہ گجراتی تقریباً پورا کچھ میں بولی جاتی ہے جس کا اثر دور دور تک ہے۔ گجراتی کی تعداد کچھ اور کچّی کے علاقوں پر، دارومدار رکھتی ہے۔''

ہم نے دیکھا کہ گریئرسن سندھی کا رشتہ اُن ہی زبانوں سے قریب تر بتاتا ہے جو پشتو سے متاثر رہی ہیں۔ قدیم زبانوں میں سندھی کی قربت لہندا سے بھی بتائی جاتی ہے جو بذات خود پشتون ثقافتی ورثے کی پیداوار ہے۔ گریئرسن نے اپنی کتاب (Linguistic Survey of India) میں سندھی کو داروک زبانوں کے قریب بھی بتایا ہے جو گندھارا تہذیب اور پشتون ثقافتی ورثہ میں پروان چڑھتی ہیں۔ گریئرسن کی اس رائے کو ڈاکٹر خالد خان خٹک نے اپنے پی ایچ ڈی مقالہ ''سندھی، پشتو، اردو کے لسانی روابط'' میں اپنے تبصرہ کے ساتھ یوں پیش کیا ہے۔

"In Gandhara there are two famous rocks- inscriptions of the Indian Emperor Asoka (cira 4B.C. 250) at Shahbaz Garhi and Mansehra which are couched in what was then the official language of the country. This was a dialectic of Pali, distinguished by possessing several phonetic peculiarities that are still observable in the Dardic languages and in Lahnda and Sindhi"

ترجمہ: گندھارا میں اشوک (۲۵۰ ق م) کے دور کی دو تحریریں کتبوں پر شہباز گڑھی اور مانسہرہ سے برآمد ہوئی ہیں۔ جو ایسی زبان کی ہیں جو اس وقت سرکاری زبان سمجھی جاتی تھی۔ یہ پالی زبان کا ایک لہجہ ہے۔ جس کی بہت سی صوتی خصوصیات آج بھی داری زبانوں لہندا اور سندھی میں ملتی ہیں۔

گریئرسن پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ دراوڑی عناصر جو سندھی میں موجود ہیں، محض اتفاقی نہیں بلکہ تاریخی حقیقت ہیں اور قدیم مشترک آریائی عناصر کا ثبوت ہیں۔[۸]

ڈاکٹر خالد خان نے سندھی اور پشتو کے ساتھ اردو کا بھی اضافہ کیا ہے اور تینوں زبانوں کے مشترکہ لسانی، ثقافتی اور تاریخی پس منظر کو اُجاگر کیا ہے اور ہندی تہذیب کی اس قدیم زبان آریک کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اردو سندھی اور پشتو ایک ہی زبان سے پیدا ہوئیں۔ اس طرح تینوں زبانیں شروع ہی سے ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعلق رکھتی ہیں۔''

اب ہم دیکھیں گے کہ جب یہ زبانیں الگ الگ اپنے وجود کو تسلیم کرا چکیں۔ تو اسکے بعد تینوں کا تعلق کیسا رہا۔ اور کس طرح یہ ایک دوسرے پر اثرانداز ہوئی ہیں۔

سب سے پہلے ہم اس دور کی طرف لوٹتے ہیں، جب تینوں زبانیں ایک مشترک زبان کی صورت میں موجود تھیں اور اپنے ملک ''آریہ دیش'' میں بولی جاتی تھیں۔ یہ ان کے روابط کا قدیم ترین دور کہلایا جا سکتا ہے۔ چند ایسے الفاظ ہم تینوں زبانوں میں تلاش کرتے ہیں، جو اس قدیم زبان میں رائج تھے اور جن کے بارے میں ہم یقین سے کچھ کہہ سکتے ہیں۔

> ''آریہ'' یقیناً اس قدیم زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لفظی معنی ''شریف'' یا زراعت کار کے لئے جا سکتے ہیں۔ جو اس زمانے میں ہم معنی تھے۔ کیونکہ آریائی سوسائٹی کی بنیاد تمام تر زراعت پر تھی۔ تمام آریائی زبانوں میں زراعت کے متعلقات میں ''ار'' کا مادہ موجود ہے۔ سنسکرت ''آرائی'' کی شکل میں ملتا ہے۔[9]

خالد خان خٹک اسی تاریخی پس منظر کو واضح کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

> سندھی، پشتون اور اُردو خوان (شمالی ہند کے مسلمان جو اب ہجرت کر کے آئے ہیں) تہذیبی اور ثقافتی طور پر ایک دوسرے کے بہت زیادہ قریب ہیں۔

پچھلے اوراق میں زبانوں کے نسلی اشتراک کے مطالعے میں ہم یہ اندازہ کر چکے ہیں۔ کہ کس طرح تینوں زبانیں بولنے والے نسلاً بھی ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

سندھی، پشتون اور اُردو خوان یقیناً آریہ نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور ابتدائی ہجرت میں یہ لوگ اپنے اصل وطن (وسط ایشیاء) سے آئے۔ قیاس بتایا ہے کہ سندھی ایران اور افغانستان سے گزر کر سندھ میں آئے ہوں گے۔ جب کہ ان کے دوسرے ساتھی آگے بڑھ گئے ہوں گے، پھر افغان آ کر افغانستان میں بس گئے ہوں گے اور آخر میں اردو خوان حضرات جن کی ہند میں آمد کو ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں گزرا، ماسوائے ان قدیم باشندوں کے جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

> بنیادی طور پر تینوں زبانیں بولنے والے ایک ہی تہذیب و تمدن کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ تاہم تینوں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔ جن سے ان کی پہچان کی جا سکتی ہے۔[10]

چونکہ زبانیں اپنی دھرتی اور اپنی تہذیبی روایت سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں، لہٰذا زبانوں

کے خاندانی رشتے ڈھونڈ نے اور ثقافتی ورثہ کے اشتراک کو واضح کرنے کے لئے مشترکہ تہذیبی سرمایہ کا سراغ لگانا بہت ضروری ہوتا ہے۔ پشتونوں کا تہذیبی سرمایہ گندھارا تہذیب سے وابستہ ہے اور سندھ کا تہذیبی سرمایہ ہڑپہ، موہن جودڑو، کوٹ ڈیجی وغیرہ میں کھدائیوں سے ملے ہوئے آثار کی بنیاد پر اپنے ہی نام سندھی تہذیب سے یاد کیا جاتا ہے جو کہ (Indus Valley Civilization) کا حصہ ہے اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ تمام تہذیبی عناصر ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جا سکتے۔ ڈاکٹر خالد خان نے بھی اِن زبانوں کو اسی تہذیبی پس منظر میں دیکھا اور لکھا ہے:

موہن جو دڑو' کوٹ ڈیجی' کاہو جودڑو اور سندھ کے دوسرے مقامات سے جو قدیم آثار دریافت ہوئے ہیں، ان سے سندھ کی پانچ ہزار سال قدیم تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ پانچ ہزار سال پہلے سندھی کتنے مہذب تھے ان کے صاف ستھرے گھروں' کشادہ گلیوں' حماموں اور نکاس کی نالیوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ کتنی منظّم اور خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔ مٹی کے برتن' کانسی کی چیزیں' کھلونے مجسمے ان کے اعلیٰ ذوق کی ترجمانی کرتے تھے۔ تصویری خط کی دریافت اس بات کا ثبوت ہے کہ موہن جودڑو کے باشندے لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے اور یہی ان کے مہذب ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

دوسری طرف (گندھارا' پشکلاوتی (موجودہ چارسدہ) اور پشاور سے برآمد ہونے والے آثار یہاں کی قدیم تہذیب و ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ایک بہت قدیم شہر کے آثار دریافت ہوئے ہیں، جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ موہن جودڑو سے بھی پہلے کے دور سے تعلق رکھتے ہیں، مگر ان آثار سے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اس دور کے حالات پر روشنی ڈال سکے۔

اردوخوان حضرات میں سے اکثر کا تعلق وسط ایشاء' ترکی' ایران اور افغانستان سے ہے۔ وہ اپنے پس منظر میں ایک قدیم تہذیب رکھتے تھے، مگر ہندوستان جاکر انہوں نے ایک ایسی مشترک تہذیب کو جنم دیا جیسے ہند مسلم تہذیب کہا جا سکتا ہے۔ یہ تہذیب محمود

غزنوی کی آمد کے بعد بننا شروع ہوئی۔ اکبر کے دور میں عروج تک پہنچی اور پھر الگ زبان (اردو) شاعری، موسیقی، مصوری، نقاشی، لباس، رسم و رواج، تہوار وغیرہ وجود میں آئے۔ جو آج ۱۹۶۷ء تک ان کا قیمتی سرمایہ ہے، اور یہی ہند مسلم تہذیب ہے۔ جس کو اردو خوان اپنے نئے وطن میں ساتھ لائے۔ یہاں تہذیبی اور ثقافتی راستوں کی تلاش کے لئے ہم تین تہذیبوں (سندھی تہذیب، پشتون تہذیب اور ہند مسلم تہذیب) کو نمائندہ بنا کر ان کے درمیان اشتراک اور ایک دوسرے پر اثرات کا مطالعہ کریں گے۔

قدیم زمانے سے جب سندھی تہذیب اور پشتون تہذیب ارتقائی مراحل سے گزر رہی تھیں، تو ان میں ہم آہنگی، یکسانیت اور قریبی تعلق نظر آتا ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے جہاں موہن جودڑو، سکھر اور نیرون کوٹ (حیدرآباد) وغیرہ آباد تھے، وہاں اسی دریا (جو پشتو میں اباسین کہلاتا ہے) کے کنارے قدیم شہروں ہنڈ اور لوہور (ضلع مردان) کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ یہ شہر سکندر اور پھر عربوں کی آمد تک آباد تھے اور قدیم تہذیب کے مرکز تھے۔ مشہور سنسکرت زبان کا ماہر اور پہلا قواعد دان پانینی کا تعلق انہی شہروں سے بتایا جاتا ہے۔ ان شہروں کا سندھ کے قدیم شہروں اور تہذیب کے ساتھ تعلق یقینی ہے، مگر ابھی ان شہروں کی کھدائی نہیں ہوئی اور معلومات کا بے بہا خزانہ مٹی کی تہوں میں دفن ہے۔

> سندھ میں جب رائے گھرانے کی حکومت تھی تو ان شہروں اور مشرقی افغانستان میں ہندو شاہی حکمران تھے، جن کا آخری بادشاہ راجہ جے پال محمود(غزنوی) کے ہاتھوں شکست کھا گیا اور اس طرح ان کا خاتمہ ہوا۔ ہندو تہذیب کے اس دور کے اثرات بھی سندھ اور گندھارا اور مشرقی افغانستان پر یکساں پڑے۔ ہندی مہینوں کے نام اور دوسرے معاشرتی الفاظ یقیناً اسی طویل ہندو دور کے مشترک آثار ہیں۔[۱۱]

یہ تو معلوم ہے کہ سندھ میں آج بھی پشتونوں کی ایک بڑی آبادی موجود ہے اور آج سے کئی سو سال پہلے بھی موجود تھی لیکن جیسے سندھی زبان کی سرحدیں اور جغرافیہ واضح کر دیا گیا، اسی طرح یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ پشتون سندھ میں کہاں کہاں آباد ہیں، کن ادوار میں آباد رہے ہیں اور کس طرح دونوں نے ایک دوسرے کی زبانوں کو متاثر کیا ہے۔

پشتونوں کی جغرافیائی حدیں جہاں بھی ہیں، پہاڑی ہیں۔ لہٰذا وادیء سندھ میں یا

وادیء سندھ کے آرپار بھی اگر وہ رہتے ہیں تو پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں، جو سندھی تہذیب و تمدن سے ضرور متاثر یا مؤثر ہوں گے۔

حدود العالم کا مصنف ہندوستان کے شمال مغربی حصے کے بارے میں لکھتا ہے کہ پہاڑوں میں (برکوہ) گردیز (غزنی کے شمال مشرق میں) سے وادیء سندھ کے راستے پر ایک جگہ سوال یا سول ہے ''جہاں افغان رہتے ہیں'' البیرونی نے بھی وادیء سندھ کے مغرب میں پہاڑوں کو افغان قبائل کا مسکن بتایا ہے۔[۱۲]

آخرکار افغان اتنے قریب آ گئے کہ سندھ پر حکومت کرنے لگے۔ یوری گنگوفسکی لکھتے ہیں:

جب آخری مغل بادشاہوں کے مرکزی اقتدار کو زوال آنے لگا تو سندھ بیرونی حملہ آوروں کے لیے کھلا میدان بن گیا۔ 1739ء میں ایرانی بادشاہ نادر شاہ نے سندھ کی سرزمین روندھی، نادر کی موت کے بعد احمد شاہ درانی نے 1748ء اور 1750ء کے دوران تمام سندھ کو فتح کر لیا۔ شہر شکارپور میں افغان صوبیدار مقرر کر دیا گیا اور نشیبی سندھ کا حکمران کلہوڑہ خاندان افغان بادشاہوں کا باجگزار بن گیا۔ جب 1753ء میں کلہوڑوں نے افغانوں کا اقتدار الٹنے کی کوشش کی تو انھیں بزور شمشیر کچل دیا گیا۔ 1757ء میں مغل شہنشاہ عالمگیر ثانی نے سندھ کی فتح تسلیم کر لی۔ 1778ء میں سندھ کے فرمانروا امیر غلام نبی خان کلہوڑو اور بلوچی قبیلے تالپور اس میں فتح یاب رہے۔ انھوں نے کلہوڑوں کو گدی سے ہٹا دیا۔ 1786ء اور سندھ کو چھوٹی چھوٹی جاگیری عملداریوں میں تقسیم کردیا۔ تالپوروں نے درانی شاہوں کو خراج بھی ادا نہیں کیا جس کی وجہ سے افغان فوجوں نے کئی بار سندھ پر حملے کیے۔[۱۳]

یہاں تک کہ افغانی سندھ میں جاگیردار بن بیٹھے اور شمالی سندھ میں سندھی شاہوں نے افغان سرداروں اور سپاہیوں کو کئی ہزار ایکڑ زمین مفت عطا کی''۔ لہٰذا سندھ کے خطے میں پشتونوں کے اس عمل دخل سے ان کی زبان بھی متاثر ہوئی۔

عرض یہ ہے کہ اردو پر قدیم سندھی زبان کے اثرات نہیں ہیں، جو اثرات ہیں وہ بہت بعد کے ہیں جو موجودہ سندھی زبان یا بعد کے جدید سندھی زبان کے ہیں اور ان اثرات میں بھی پشتونوں کا بھرپور حصہ ہے۔ اس لیے کہ سندھی اور پشتو زبان کی لسانی ساخت بھی قریب قریب ہے اور سندھی میں پشتو کا معتدبہ ذخیرہ و الفاظ بھی ہے۔

سندھی	پشتو	اردو

سیانو	سیانڑہ	سیانہ
بندرو	مندرے	مندرا۔ پست قد
چک	چک	کاٹنا
دروازو	دروازہ	دروازہ
ون	ونہ	درخت
جنڑو	جنڑے	آدمی/ لڑکا
میوو	میوہ	پھل
توہ	تبے	تبہ
بوسو	بوس	بھوسہ
کاشک	کاتوغہ	چمچہ
ٹھگ	ٹھگ	ٹھگ
جوڑ تکڑو	جوڑ تکڑہ	(خوش آمدید کے لیے)

ذخیرہ الفاظ کے علاوہ ڈاکٹر خالد خان نے اُردو کو بھی ساتھ ملا کر پشتو اور سندھی کے اشتراکات کے سلسلے میں نسلی اشتراک، رسم الخط، صوتیات، صرف نحو اور خارجی زبانوں کے ساتھ مشترکہ لسانی ورثے کو بطور خاص زیر بحث لایا ہے۔ رسم الخط کے سلسلے میں خالد خان خٹک لکھتے ہیں:

> سندھی اور پشتو دونوں نے نسخ خط کو اپنایا جب کہ اردو نے فارسی کے زیر اثر نسخ ہی سے بنے نستعلیق خط کو اپنایا۔ آج کل اردو ٹائپ کے لئے نسخ ہی کو استعمال کیا جاتا ہے۔ خود فارسی نے بھی ٹائپ کے لئے خط نسخ استعمال کرنا شروع کیا ہے اور ایران اور افغانستان کی تمام فارسی کتابیں نسخ ٹائپ میں چھپتی ہیں۔[۱۴]

اسی طرح مشترکہ موسیقی ثقافت اور ادبی سرمایہ کو بھی خالد خان خٹک زیر بحث لائے ہیں اور لکھتے ہیں:

موسیقی میں رباب' ستار' سرندہ (سانگی) اور طبلہ (ڈھول) پشتو کے مقبول ساز ہیں۔ ان کے علاوہ پہاڑی چرواہے جب تنہائی میں بانسری بجاتے ہیں۔ تو اس کی آواز کانوں میں

رس گھولتی ہے۔ بانسری کو شپیلئی یا غوزہ کہتے ہیں، جو سندھی کے الغوزہ میں مشترک ہے۔

پشتونوں میں مرد اور عورتوں کے مل کر ناچ گانے کا رواج کہیں بھی کسی صورت میں بھی نہیں۔ لڑکیاں شادی بیاہ کے موقعوں پر گھڑے یا ڈھول کی تاپ پر ناچتی ہیں۔ اور گیت گاتی ہیں۔ سندھ میں موسیقی بہت زیادہ مقبول ہے۔ اور اس اعتبار سے اکتارہ' الغوزہ' ستار' طنبورہ وغیرہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

> کافی یا وائی سندھی لوک گیتوں میں مقبول ترین صنف ہے۔ اس میں اکثر ٹپے کی طرح عشقیہ بیان ہوتا ہے۔ اسے جٹکی زبان میں ٹپو یا خیال بھی کہتے ہیں۔ پشتو ٹپہ دو مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جبکہ کافی یا وائی میں ۸ سے ۱۲ تک مصرعے ہوتے ہیں۔ شاہ عبداللطیف اور سچل سرمست کی کافیوں کو بہت مقبولیت حاصل ہے۔[۱۵]

اختتامیہ

پشتو اور سندھی زبان کے لسانی، ثقافتی اور تاریخی اشتراک، تعلق اور رشتہ کے بارے میں اگر تفصیل سے لکھا جائے تو تہذیب و ثقافت کے قدیم رشتے تو ہزاروں سالوں سے ایک دوسرے کے قریب تر پائیں گے مگر صرف لسانی اشتراکات کے موضوع کو بھی کافی حد تک پھیلایا جا سکتا ہے۔ لغوی و معنوی قربت کے ساتھ ساتھ صرفی ونحوی اشتراکات، ضرب الامثال اور محاورات کی یک رنگی، رسم الخط کے مشترکہ پس منظر، زبانوں کے نسلی و خاندانی رشتے، صوتیاتی نظام اور کئی دیگر ایسے پہلو موجود ہیں جو سندھی اور پشتو کو ایک دوسرے کے قریب تر لاتی ہیں، مگر اس مختصر تحریر میں بھی ایک واضح خاکہ ہمارے سامنے آ سکتا ہے جس سے سندھی اور پشتو کے مشترکہ ثقافتی اور تاریخی ورثے کا بھی پتہ چلتا ہے اور قریب ترین لسانی رشتوں کا احساس بھی ہوتا ہے، کیونکہ برصغیر کا تہذیبی سرمایہ بھی مشترک ہے۔ لہٰذا لسانی سرمایہ بھی مشترک ہے اور پھر اسی تناظر میں سندھی اور پشتو زبان خصوصی اہمیت کی حامل اور خصوصی مطالعہ کی متقاضی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ حبیبی،عبدالحیٔ، پوھاند،دَ پښتو ادبیاتو تاریخ (تاریخ ادبیات پشو)، دَ بشری علومو پوھنزے، ۱۳۵۴ھ، ص ۲۲۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۴۔

۳۔ حنیف خلیل، اردو کی تشکیل میں پشتونوں کا کردار، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۵ء، ص ۴۷۔

۴۔ پوری،فرمان فتح، زبان اور اردو زبان، حلقۂ نیاز و نگار، ۱۹۹۵ء، ص۔ ۶۱۔

۵۔ گستاوَلی،بان،تمدن ھند (مترجم سید علی گیلانی)، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۲۳۹

۶۔ بخاری،فارغ، ادبیات سرحد (جلد سوم)، نیا مکتب پشاور، ۱۹۵۵ء، ص۔ ۴۹۔

7- Grierson (GA), *Linguistic Survey of Pakistan* V.III, Accurate Printers, Lahore, Pakistan, (M.D), P. 5,6

۸۔ خالد خان خٹک، سندھی، پښتو اردو کے لسانی روابط، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء، ص۔ ۴۸، ۴۹۔

۹۔ ایضاً، ص۔ ۲۰۵۔

۱۰۔ ایضاً، ص۔ ۴۲۱، ۴۲۲۔

۱۱۔ ایضاً، ص۔ ۴۲۲، ۴۲۳۔

۱۲۔ یوری گنگ فسکی، پاکستان کی قومیتیں (مترجمہ مرزا اشفاق بیگ)، دارالِاشاعت ترقی، ماسکو سوویت یونین، ۱۹۷۶ء، ص۔ ۲۳۳۔

۱۳۔ ایضاً، ص۔ ۱۲۴، ۱۲۵۔

۱۴۔ خالد خان خٹک، سندھی، پښتو، اردو کے لسانی روابط، ص ۱۰۱۔

۱۵۔ ایضاً، ص۔ ۴۳۵۔